تشدد سے پاک دنیا کے نظریہ کو فروغ دینے میں اسلام کا کردار

مؤلف: محمد جواد فتحی، محمد مہدی تولائی
مترجم: شبیہ عباس خان

انتہا پسندی اور بربریت موجودہ زمانے کے روزافزوں، وسیع اور فیصلہ کن رجحانات میں سے ایک ہے۔ اس رجحان نے قومی، علاقائی اور عالمی تبدیلیوں کو اپنے وجود سے متاثر کیا ہے۔ اسلام کے مدعی انتہا پسند جماعتوں کا پھیلاؤ، اسلام کے حقیقی اسلامی اور رحمانی چہرے کی وضاحت کو لازم قرار دیتا ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلامی جمہوریہ ایران کی سفارش پر پیش ہونے اور قبول ہو جانے والی قرارداد نے دنیا کو انتہا پسندی اور بربریت کے مقابلے پر متحد کر دیا۔ اب جو سوال پیش آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا اسلام کے رحمانی چہرے کی وضاحت، انتہا پسندی اور بربریت کے خلاف اس بین الاقوامی قرارداد کی پیشرفت پر اثرانداز ہوگی؟ اگر ہوگی تو اسلام کے کن قوانین اور احکام پر زیادہ توجہ دینی چاہئے تاکہ بین الاقوامی فکر، اسلامی احکام کے صلح پسند ہونے کہ بارے میں روشن ہو سکے اور اسلام سے منسوب کئے گئے انتہا پسند جماعتوں کو پہچانا بھی جا سکے۔

جب ایک دین خود کو سب سے مکمل، عالمی اور آسمانی مکتب بتاتے ہوئے میدان میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ اس کے پاس دنیا کے لئے خاص پیغام ہے تو لامحالہ اسے ہر ایک کو قبول کرنا ہوگا اور اس دین کو ایک ایسا جامع اور مکمل قانون پیش کرنا ہوگا جو پوری دنیا کے لئے قابل استعمال ہو۔ اس قانون کا کسی ایک گروہ کے رسم و رواج اور روایات پر مبنی ہونا اس بات کا سبب بنے گا کہ دوسرے گروہ اس کو قبول نہ کریں کیونکہ اس قانون کے ساتھ، وہ اپنے آپ کو جوڑ نہیں سکیں گے اور ایک قسم کی بیگانگی کا احساس کریں گے لیکن اگر اس قانون کا تعلق انسانی فطرت سے ہو تو یہ ایک عالمی قانون بن سکتا ہے کیونکہ تمام انسانوں کی

فطرت ایک ہے۔ انسانی فطرت کی بنیاد پر بنائے گئے قانون میں انسانی اصول، ہدف غائی اور کمال پسندی جیسے اصول شامل ہونگے، جس سے انسان سعادت کی راہ پر گامزن ہو سکے گا۔ حالیہ دہائیوں میں، اسلام کا لفظ مختلف لواحقات کے ساتھ استعمال ہوتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر انقلابی اسلام، سماجی اسلام، سیاسی اسلام، دانشورانہ اسلام، سیکولر اسلام، لبرل اسلام، خالص محمدی اسلام، امریکن اسلام، طالبانی اسلام اور رحمانی اسلام۔ ان ناموں کی کثرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو مختلف طریقوں سے سمجھا گیا ہے جو کہ مسلمانوں میں تنوع کا نتیجہ ہے۔

رحمانی اسلام، داعشی اور ڈراونے اسلام کے مقابل میں ہے۔ در حقیقت، اصل اسلام یعنی وہ اسلام جو وحی کے آغاز میں پیش کیا گیا تھا، وہ یہی رحمانی اسلام تھا اور چونکہ ابھی تک اسے مسخ نہیں کیا گیا تھا لہٰذا لفظ "رحمانی" کو اس میں اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

اسلام کے عصر نزول سے دور ہونے کے ساتھ ساتھ، طاقت کے متلاشی لوگوں کی سازشوں، دین میں دور جاہلیت کے آداب و رسوم کے اضافے نیز دینی احکام کی من گھڑت تشریح نے آہستہ آہستہ اسلام کو تشدد اور غیر متعلقہ مظہروں کی طرف منسوب کر دیا، جس کی وجہ سے حقیقی اسلام کا رحمانی چہرہ آہستہ آہستہ کم رنگ ہوتا گیا۔

دور حاضر میں دین کے نام پر ہونے والی انتہا پسندی کا رحجان بڑھتا جارہا ہے جس نے عالمی برادری کو متاثر کیا ہے۔ مغربی میڈیا نے عالم اسلام اور مسلم ممالک کو اس انتہا پسندی کا ذمہ دار ٹھرایا اور اسلام کو تشدد کو فروغ دینے والے دین کے عنوان سے پیش کیا۔ اس کے علاوہ اسلام کے نام پر مختلف گروہ پر تشدد کارروائیوں کو بھڑکانے کے لئے انتہا پسندانہ قدم اٹھارہے ہیں جو اسلاموفوبیا کو تیزی سے بڑھاوا دے رہا ہے۔

اسلامی حکومت کا ایک اہم کام ہدایت ہے اور دینی متون میں اس پر تاکید بھی کی گئی ہے۔ یہ ہدایت تبلیغی اقدامات کے ذریعہ انجام دی جاتی ہے۔ زمانی و مکانی تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، الٰہی پیغام کا پہنچانا اور عالمی برادری کے سامنے اسلام کے اصل چہرہ کو پیش کرنا، اسلامی حکومت کا اہم تبلیغی فریضہ ہے جس سے وہ عالمی برادری کو بلندیوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے ہمیشہ حقیقی اسلام کے اصولوں اور بنیادوں کی صحیح اور مناسب وضاحت کرنے اور مناسب معروضی نمونوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ انتہا پسند اور دہشتگرد گروہوں،

خاص طور پر تکفیری اور فرقہ وارانہ جماعتوں کی بڑے پیمانے پر موجودگی اور ان گروہوں کا خود کو اسلام کا اصلی پیرو بتانے کی وجہ سے، ایران دونوں محاذوں پر لڑنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔

پہلا محاذ دین اسلام کی صحیح تعریف اور حقیقی اسلام کے اصولوں کی وضاحت "رحمانی اسلام" کے عنوان سے کرنا ہے۔ یہاں پر کوشش ہوتی ہے کہ ان گمراہ، جاہل اور غرض مند مدعیوں کے دعوؤں کا جواب دیا جائے جو اسلام کے رحمانی چہرے کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔

دوسرا محاذ اسلام اور مذہب کے نام پر دہشت گردی پھیلانے والوں کے خلاف جنگ ہے۔ یہاں پر یہ کوشش ہوتی ہے کہ دنیا والوں کے ذہن سے یہ بات نکال دی جائے کہ ان گروہوں کا حقیقی اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق ہے۔

ایران کی ایک اہم کوشش، "تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف دنیا" کے عنوان سے ایک قرارداد تھی جس کو صدر جمہوریہ ایران ڈاکٹر حسن روحانی نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پیش کیا، اور ۱۷ دسمبر ۲۰۱۳ کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اسے منظوری دے دی۔ اس قرارداد کی وجہ سے ایران، اسلام رحمانی کے دعویدار کے طور پر انتہا پسندی اور مذہبی تشدد کے خلاف جنگ میں صف اول میں آ کھڑا ہوا جس سے حقیقی اسلام اور طالبانی اسلام کے بیچ فرق بھی ظاہر ہو گیا۔

اس مقالہ میں ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کے رحمانی چہرے کی وضاحت سے کس طرح تشدد اور انتہا پسندی سے پاک دنیا کے نظرئے کے فروغ مل سکتا ہے۔ موجودہ تحقیق تین عنوانات پر مبنی ہے۔ ابتدائی عنوان رحمانی اسلام کے اجزاء اور اس کی شاخوں سے متعلق ہے۔

مقالے کے درمیانی عناوین میں تشدد اور انتہا پسندی سے پاک دنیا اور اس کے نتیجے میں ہونے والی قرارداد کی تحلیل پیش ہو گی اور آخری حصہ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے منظور شدہ اس خیال کو فروغ دینے میں اسلام رحمانی کے اجزاء کی صحیح وضاحت کے اثرات کا تجزیہ کیا جائے گا۔

اسلام کے حقیقی چہرے کے طور پر رحمانی اسلام کی وضاحت

۱. قرآن کریم میں رحمت خدا کی خصوصیات:

اللہ تعالی سورہ حجر میں، پیغمبر اکرمؐ سے ارشاد فرماتا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ ترجمہ: میرے بندوں کو خبر کردو کہ میں بہت بخشنے والا اور مہربان ہوں[۱]۔

یعنی اے میرے نبی! اگر آپ لوگوں سے میرا تعارف کروانا چاہتے ہیں تو مجھے ان دو صفات سے متعارف کروائیں: ۱. مغفرت کی صفت اور ۲. رحمت کی صفت۔ قرآن کریم میں لفظ رحمت ۱۷۰ مرتبہ آیا ہے جس میں سے ۱۱۴ بار "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی صورت میں ہے اور ۵۶ مرتبہ اس کے دیگر مشتقات کا ذکر ہے جب کہ لفظ غضب صرف ۲۳ مرتبہ آیا ہے۔

رحمت کو خدا کی ذات سے مخصوص سمجھا گیا ہے لہٰذا اس لفظ کی تعریف اس طرح بیان ہوئی ہے: "الانعام علی المحتاج الیه، من غیر عوض"[۲]۔ رحمت، یعنی بخشش اور اس بخشش کی دو خصوصیات ہیں: ضرورت مند پر بخشش کرنا اور اس کے عوض کچھ مطالبہ نہ کرنا۔ قرآن کی متعدد آیات میں، خدائے متعال نے اپنی رحمت کی کچھ خصوصیات کا ذکر کیا ہے جن میں سے یہاں پر ہم چار پر نظر ڈالیں گے:

۱. **رحمت کے نفاذ کا یقینی ہونا**: خداوند متعال اپنی رحمت کے نفاذ کو لازمی اور خود پر واجب سمجھتا ہے:

كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ ترجمہ: اس نے اپنے اوپر رحمت کو لازم قرار دے لیا ہے[۳]۔

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔

۱۔ سورہ حجر، آیت ۴۹

۲۔ العسکری، ابوہلال، الفروق اللغویہ، ص ۲۵۳

۳۔ سورہ انعام، آیت ۱۲

ترجمہ: اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہئے سلام علیکم۔ تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے کہ تم میں جو بھی از روئے جہالت برائی کرے گا اور اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کر لے گا تو خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔[1]

رحمت، ایک الٰہی سنت ہے۔ بشری اصطلاح میں کہیں تو گویا خدا کی اسٹریٹجی، رحمت کی اسٹریٹجی ہے۔ ایک ایسا دین جس کا خدا رحمان و رحیم ہے، جس کا نبی عالمین کے لئے رحمت ہے اور رحمت اس کی الٰہی سنتوں میں سے ایک ہے، تو فطری بات ہے کہ یہ دین، رحمت کا دین ہوگا نہ کہ ظلم، تشدد اور انتقام کا دین۔

۱۱. **تمام کائنات کا وجود، خدائی رحمت کا دائرہ:** قرآن مجید نے تین عالم کا تعارف کرایا ہے: دنیا، برزخ اور قیامت۔ اس کے علاوہ دیگر عوالم کا بھی ذکر ہوتا ہے جس کے بارہ میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں جیسے کہ عالم ملکوت، ھاھوت اور جبروت۔ خدائے متعال نے قرآن مجید میں خود کو "رب العالمین" کہا ہے یعنی سارے عوالم اس کے رحم و کرم کے دائرے میں آتے ہیں اور سبھی رحمت الٰہی میں شامل ہیں۔ سورہ اعراف میں خدائے متعال اپنی رحمت کی حدود کو وسیع بتاتا ہے جس میں سبھی شامل ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَرَحۡمَتِي وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٖ۔ ترجمہ: میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔[2]

❖

فَقُل رَّبُّكُمۡ ذُو رَحۡمَةٖ وَٰسِعَةٖ۔ ترجمہ: تو ان سے کہہ دو کہ تمہارے رب کا دامن رحمت وسیع ہے۔[3]

امام زین العابدینؑ کو بتایا گیا کہ حسن بصری یہ جملہ کہتا ہے: "لیس العجب مِن مَن هلك كيف هلك و انما العجب مِن مَن نجى كيف نجى"۔ یعنی اگر کوئی شخص ہلاک ہوتا ہے تو اس کا ہلاک ہونا کوئی

۱۔ سورہ انعام، آیت ۵۴
۲۔ سورہ اعراف، آیت ۱۵۶
۳۔ سورہ انعام، آیت ۱۴۷

حیرت کی بات نہیں ہے بلکہ حیرت نجات پانے والے پر ہے کہ اسے نجات کیسے مل گئی۔ امام زین العابدینؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:

ولی انا اقول، لیس العجب مِن مَن نجی کیف نجی، و اما العجب مِن مَن هلك كيف هلك، مع سعه رحمه الله۔ ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ نجات پانے پر حیرت نہیں ہونی چاہئے بلکہ حیرت کا مقام وہاں ہے جب رحمت الٰہی کی اتنی وسعت کے باوجود کوئی شخص ہلاک ہوتا ہے۔[1]

III. **خدا کی رحمت کا اس کے غضب پر حاوی رہنا:** جس وقت فرعون نے رب ہونے کا دعوی کیا اور کہا: فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ [2]۔ تو خداوند متعال نے موسی اور ہارون سے کہا کہ فرعون کو متوجہ کریں۔

اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ۔ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ۔ ترجمہ: تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ اس سے نرمی سے بات کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا خوف زدہ ہو جائے [3]۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون جیسا انسان جس نے رب ہونے کا دعوی کیا ہے، اس کے ساتھ بھی نرمی سے بات کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے۔ اور اس سے کہو: فَقُلْ هَل لَّكَ إِلَىٰ أَن تَزَكَّىٰ۔ ترجمہ: اس سے کہو کیا یہ ممکن ہے کہ تو پاکیزہ کردار ہو جائے [4]۔

حدیث قدسی میں منقول ہے کہ خداوند متعال نے اپنے تمام انبیاء سے فرمایا:

ان الله سبحانه، قال لموسی حین ارسله الی فرعون، یتوعّده و اخبره، أنی الی العفو و المغفره، أسرع منی الی الغضب و العقوبه۔ ترجمہ: اس سے وعدہ کرو اور اسے خبر دو

۱۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار (جلد ۷۵) ص ۱۵۳

۲۔ اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں (سورہ نازعات، آیت ۲۴)

۳۔ سورہ طہٰ، آیت ۴۳ و ۴۴

۴۔ سورہ نازعات، آیت ۱۸

کہ اللہ کسی پر غضب اور عقوبت سے زیادہ مغفرت اور بخشش کی طرف راغب ہے۔[۱]

قاعدہ رحمت، اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ بنیادی اصول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تمام کلامی، فقہی اور اخلاقی اجتہادات پر وہ اصل حکم فرما ہے۔ امام علیؑ نے حکومتی ایجنڈوں میں رحمت کو سر فہرست رکھا ہے۔ مالک اشتر کے عہد نامہ میں، جو اسلام میں سیاسی اخلاقیات کا سب سے غنی منبع تصور کیا جاتا ہے، آپؑ فرماتے ہیں:

> وَ اَشْعِرْ قَلْبَک الرَّحْمَةَ لِلرَّعِیةِ وَ الْمَحَبَّةَ لَهُمْ، وَ اللُّطْفَ بِهِمْ، وَ لاتَکونَنَّ عَلَیهِمْ سَبُعاً ضارِیاً تَغْتَنِمُ اَکلَهُمْ، فَاِنَّهُمْ صِنْفانِ: اِمَّا اَخٌ لَک فِی الدِّینِ، وَ اِمّا نَظیرٌ لَک فِی الْخَلْقِ، یفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ، وَ تَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَ یؤْتی عَلی اَیدیهِمْ فِی الْعَمْدِ وَ الْخَطَأِ، فَاَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِک وَ صَفْحِک مِثْلَ الَّذی تُحِبُّ اَنْ یعْطِیک اللّهُ مِنْ عَفْوِهِ وَ صَفْحِهِ۔ ترجمہ: رعایا کے ساتھ مہربانی اور محبت و رحمت کو اپنے دل کا شعار بنا لو اور خبردار ان کے حق میں پھاڑ کھانے والے درندہ کے مثل نہ ہو جانا کہ انہیں کھا جانے ہی کو غنیمت سمجھنے لگے ــ مخلوقات خدا کی دو قسمیں ہیں: بعض تمہارے دینی بھائی ہیں اور بعض خلقت میں تمہارے جیسے بشر ہیں جن سے لغزشیں بھی ہو جاتی ہیں اور انہیں خطاؤں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کر یا دھوکے سے ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں لہٰذا انہیں ویسے ہی معاف کر دینا جس طرح تم چاہتے ہو کہ پروردگار تمہاری غلطیوں سے درگذر کرے۔[۲]

۱۷. **خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے:** اللہ تعالی نے قرآن مجید کی مختلف آیتوں میں اس بات پر تاکید کی ہے کہ بندوں کو کبھی بھی اس کی رحمت واسعہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ دینی متون میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت سے ناامیدی سب سے بڑا گناہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ فہد حلی، احمد بن محمد، آداب راز و نیاز بہ درگاہ بی نیاز، ص ۱۴۵
۲۔ نہج البلاغہ، خط نمبر ۵۳

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔ ترجمہ: پیغمبر !آپ پیغام پہنچادیجئے کہ اے میرے بندوں جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے، رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا۔اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقیناً بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے[1]۔

۲۔ حضرت پیغمبرؐ، رحمت خداوندی کے مظہر

ایسے وقت میں جب متعدد تکفیری دہشت گرد جماعتیں اسلام کے نام پر اور محمد رسول اللہ کے نعرے کے ساتھ مختلف جرائم کا ارتکاب کر رہی ہیں اور اسلاموفوبیا کو بڑھاوا دے رہی ہیں، یہ ضروری ہے کہ آپؐ کی رحمت کے جلووں کو بیان کیا جائے اور بتایا جائے کہ آپ کی ذات اقدس رحمت خداوندی کے نزول کے لئے واسطہ ہے۔ قرآن مجید میں، خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کے وجود کو پوری دنیا کے لئے رحمت بتایا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۔ترجمہ: اور ہم نے آپ کو عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔[2]

اس آیت میں بہت سے اہم نکات کو بیان کیا گیا ہے جن میں سب سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نبی اکرمؐ کی رحمت وجودی میں ہر انسان شامل ہے، جن میں توحیدی ادیان کے ماننے والے اور کافر بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، گنہگار اور گمراہ انسان بھی اس رحمت کے دائرہ میں شامل ہوتے ہیں۔

۲۔ اس رحمت واسعہ میں کبھی بھی وقفہ نہیں آسکتا اور یہ ہمیشہ جاری ہے اور مختلف زمانوں کے انسان اس میں شامل ہیں۔

۳۔ اس رحمت کا فائدہ صرف انسانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ دوسری مخلوقات حتیٰ کہ جانور بھی اس رحمت میں شامل ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سورہ زمر، آیت ۵۳

۲۔ سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷

۴۔آپؐ کے وجود سے حاصل ہونے والی رحمت، انسانی زندگی میں گہری تبدیلی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ لوگوں کو آپ کی شخصیت، ارشادات اور طرز عمل سے آشنا کرکے تشدد، بدامنی، غربت اور جنگ جیسی مشکلات کو انسانوں کی زندگی سے ختم کیا جاسکتا ہے اور پر سکون، خوشحال اور محبت بھری زندگی قائم کی جاسکتی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے، پیغمبر اکرمؐ عملی پیروی کے لئے ایک مثال اور نمونہ ہیں جنہیں مسلمان اپنے تمام ذاتی، سماجی، سیاسی، ثقافتی اور بین الاقوامی تعلقات میں اسوہ بنا سکتے ہیں۔ اسلام آخری الٰہی دین ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے دامن میں ایک ایسی مثال موجود ہو جسے مختلف ادوار اور حالات میں اسوہ بنایا جاسکے۔ ہمدردی اور رواداری، پیغمبر اکرمؐ کی سماجی سیرت کا وہ پہلو ہے جسے قومی اور بین الاقوامی سطح پر بہت اہمیت حاصل ہے اور اسی کی وجہ سے معاشرہ اور معاشرتی تعلقات میں بہتری آتی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر رہنمائی اور تبلیغ رسالت کے لئے کوئی گنجائش ہی نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ، نبی کریمؐ کی مہربانی اور بردباری کی تعریف اس طرح کرتا ہے:

> فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ ترجمہ: پیغمبر یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نرم ہو ورنہ اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے لہٰذا اب انہیں معاف کردو۔ ان کے لئے استغفار کرو۔[1]

اس آیت میں انسانوں کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کی خصوصی نرمی اور اخلاقی کشش کا حوالہ دیا گیا ہے اور یہ کہ اخلاقیات میں اس درجے کی نرمی اور لطافت جو آپؐ کو حاصل ہے وہ خدا کی خصوصی رحمت ہے۔ آنحضرتؐ کی ہمدردی اور رواداری کا ایک بے مثال مرقع اس وقت سامنے آیا جب آپ نے اپنے دیرینہ دشمن یعنی مشرکین قریش کو معاف کردیا۔ فتح مکہ کے بعد ایک شخص مکرر یہ جملہ دہرا رہا تھا:

> اَليَومُ يومُ الْمَلْحَمَةِ، اَليَومُ تُسْتَحَلُّ الحُرْمَةُ۔ ترجمہ: آج کا دن جنگ، قتل عام اور انتقام کا دن ہے۔ آج یہ تقدسات پامال ہونگے۔

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

لیکن پیغمبر رحمتؐ نے فرمایا:

الیوم یوم المَرْحَمَة۔ ترجمہ: آج رحمت و مہربانی کا دن ہے۔

اور اس طرح آپ نے اسلام کے دشمنوں کے خلاف کسی بھی طرح کے تشدد اور زیادتی کو روکا۔ حضور اکرمؐ نے مشرکین قریش کی پریشان نظروں کے سامنے فرمایا:

اذھبوا فانتم الطلقاء۔ ترجمہ: جاؤ کہ تم سب آزاد ہو۔[1]

لوگوں کے ساتھ ایسے معاملات میں رواداری جن میں دین خدا کی مخالفت نہ ہو رہی ہو، رسول خداؐ کی اخلاقی خصوصیات میں شامل ہے۔ آپؐ فرماتے تھے:

"میرے پروردگار نے مجھے لوگوں کے ساتھ رواداری کا حکم دیا ہے، اسی طرح جس طرح واجبات کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔"[2]

آپ لوگوں سے رواداری کو ایمان کا آدھا حصہ اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور آسان برتاؤ کو زندگی کا آدھا حصہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے:

"اللہ تعالی ہر کام میں ہمدردی اور رواداری کو پسند کرتا ہے اور اس پر ایسی جزا دیتا ہے جو سختی اور عدم رواداری پر نہیں دیتا۔"[3]

آپؐ فرماتے تھے: تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی میں نہ ہوں تو وہ کوئی بھی کام پورا نہ کر سکے گا۔ تقوی جو اس کو خدا کی معصیت سے روکے گا، نیک اخلاق جس سے وہ لوگوں کے ساتھ صبر سے پیش آئے گا اور رواداری جس سے وہ جاہلوں کی جہالت کو دور کرے گا۔[4]

۱۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید (جلد ۱۷) ص ۲۷۲
۲۔ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار (جلد ۷۴) ص ۱۴۵
۳۔ عبد الرحمٰن، دارمی، سنن دارمی (جلد ۲) ص ۳۲۳
۴۔ بحار الانوار (جلد ۷۲) ص ۴۳۷

۳۔اسلام کے رحمانی چہرے کی وضاحت کے لئے اسلام حقیقی کے تدابیر

قرآن کریم مومنین سے پر امن بقائے باہمی کا مطالبہ کرتا ہے جس سے اسلام کی عالمی سیاست کی عکاسی ہوتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! تم سب کے سب امن وسلامتی (والے دین) میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔[1]

قرآن امن کے ذریعے اپنے مقاصد کے حصول کو زیادہ آسان اور معقول سمجھتا ہے:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔ ترجمہ: اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ اہل کتاب آؤ ایک منصفانہ کلمہ پر اتفاق کر لیں۔[2]

❖

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو کہ وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔اور اگر یہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں گے تو خدا آپ کے لئے کافی ہے۔اس نے آپ کی تائید اپنی نصرت اور صاحبان ایمان کے ذریعہ کی ہے۔[3]

اس مختصر مقالہ میں ہم حقیقی اسلام کے ان اہم اجزاء کے بارے میں بات کریں گے جس سے دین اسلام کا رحمانی چہرہ سب کے سامنے آجائے گا۔

۱. ہمدردی، رواداری اور تدریج، اسلامی دعوت کے اہم ارکان

اگرچہ بین الاقوامی تعلقات میں طاقت کا عمومی اور رسمی بہاؤ حکومتوں، تنظیموں اور سرکاری اداروں

۱۔سورہ بقرہ، آیت ۲۰۸
۲۔سورہ آل عمران، آیت ۶۴
۳۔سورہ انفال، آیت ۶۱ و ۶۲

کے مابین ہے، لیکن ہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ عوام کا بھی اس میں ایک اہم کردار ہوتا ہے جس کی طرف متوجہ ہونا کسی بھی طاقت کے لئے ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج "عوامی سفارتکاری" کے نام سے ایک موثر اور نئی سرگرمی رائج ہو گئی ہے، جو عوام (دوسرے معاشروں کے لوگوں) کی نظر میں طاقتوں کی تصویر کی اصلاح کرتی ہے۔

قرآنی نقطہ نظر کے مطابق دینی حکومتوں کو اسلام کے مسئلے اور اس کی طرف جھکاؤ کے موضوع پر ایسی عوامی سفارتکاری کو بروئے کار لانی چاہئے جس میں عوام (ضروری نہیں حکومتیں یا تنظیمیں وغیرہ...) مخاطب ہوں۔ اس سفارتکاری کو قرآنی کلام میں "دعوت" کہا گیا ہے جو زیادہ عام ہے اور رسمی تبلیغات سے مختلف ہے۔ نتیجہ یہ کہ عالمی برادری میں عوام اس "دعوت" کے مخاطب ہیں اور اس کی ذمہ داری پورے دینی معاشرہ اور ان کی حکومتوں پر عائد ہوتی ہے (واجب کفائی)۔ جیسا کہ خدائے متعال ارشاد فرماتا ہے:

> وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ ترجمہ: اور تم میں سے ایک گروہ کو ایسا ہونا چاہئے جو خیر کی دعوت دے، نیکیوں کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے اور یہی لوگ نجات یافتہ ہیں[۱]۔

ہمدردی، رواداری اور تدریج وہ عناصر ہیں جن کا اسلامی دعوت میں تین پہلوؤں سے جائزہ لیا جا سکتا ہے:

۱. دعوت کے مواد کے لحاظ سے
۲. مدعووین کے لحاظ سے
۳. دعوت کے طریقوں کے لحاظ سے

۱. **دینی معارف اور اسلامی قوانین میں ہمدردی، رواداری اور تدریج:** ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ لوگوں کے عقائد کو تبدیل کرنا سب سے مشکل کام ہے، خاص طور پر اگر وہ عقائد، فرد کی اخلاقیات اور افعال میں شامل ہو گئے ہوں اور صدیاں بیت گئی ہوں۔ اگر یہ دینی دعوت، اسلامی دعوت کی طرح، زندگی کے تمام پہلوؤں اور مختلف ادوار و جوامع کے لئے ہو تو یہ عقائد کی تبدیلی مزید مشکل ہے۔

۱۔ سورہ آل عمران، آیت ۱۰۴

عقائد کے مقابلے میں اعمال میں یہ تبدیلی لانا زیادہ مشکل ہے کیونکہ انسان اعمال سے زیادہ مانوس ہوتا ہے اور اس کے نفس کے لئے وہ زیادہ مطلوب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے کچھ خاص اعتقادات کی طرف دعوت دی گئی۔ اس کے بعد کئی مراحل میں مختلف قوانین و احکام کا نزول ہوا تاکہ انسانی طبیعت، اسلامی دعوت سے سرکشی نہ کرے۔[۱]

تدریجی وضاحت قرآن مجید کا طریقہ کار اور پیغمبر اکرمؐ کی سیرت ہے جس کی ایک مثال شراب کی ممانعت کے سلسلہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (شراب اور جوئے کے نقصانات اس کے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں) ایک منطقی بنیاد بنائی گئی ہے اور لوگوں کے لئے ان کے کچھ فوائد کو تسلیم کیا ہے (وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ)۔[۲]

پھر اس کے بعد سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰ میں ان دونوں کو شیطانی عمل قرار دیا ہے اور لازم الاجتناب جانا ہے[۳] اور آیت نمبر ۹۲ میں ان دونوں کو "بغضاء و عداوت" قرار دیا ہے[۴]۔

اس سلسلے میں امام صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں:

ان الله رفیق، یحب الرفق۔ ترجمہ: خدا رواداروں میں سے ہے اور رواداری کو پسند کرتا ہے۔

دعوت کے لئے راہ ہموار کرنا اور منصوبہ بندی کرنا، رواداری کی علامتوں میں سے ہے۔

۱۔ یزدانی مقدم، احمد رضا، مبانی نظری سیرہ سیاسی ـ حکومتی پیامبر اعظمؐ با نگاہ بہ اندیشہ قرآنی علامہ طباطبائی، ص ۴۴

۲۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا۔ ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ ان میں بڑا گناہ ہے۔ اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔

۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۔ ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت (یا آستانے، اور پانسے) سب گندے اور شیطانی کام ہیں ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

۴۔ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعہ سے بغض و عداوت ڈالے۔ اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے (روکے)۔ کیا اب تم (ان چیزوں سے) باز آؤ گے؟

۲. **مدعووین کے انتخاب میں عنصر تدریج کا لحاظ کرنا**: یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرمؐ تمام انسانوں کے لئے نبی بن کر آئے تھے اور آپ کی رسالت کسی گروہ یا کسی مقام یا کسی زمانہ سے مخصوص نہیں تھی، لیکن حکمت کی بنا پر اس دعوت کا آغاز کچھ خاص انسانوں کے ساتھ ہونا ضروری تھا اور ان خاص لوگوں کو رسول خداؐ کی ہی قوم سے ہونا چاہیے تھا۔ اس خاص گروہ کے درمیان مذہب کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے بعد، دوسروں لوگوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا۔

پیغمبر اکرمؐ بعثت کے آغاز میں پہلے خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور پھر جب عربوں کی ایک خاصی تعداد ایمان لاچکی تو اعلانیہ طور پر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس سے تبلیغ دین میں عنصر تدریج کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے، جس کی مثال ماضی کے انبیاء میں بھی ملتی ہے۔

۳. **دعوت کے طریقوں کے لحاظ سے عنصر تدریج کا لحاظ کرنا**: خدائے متعال نے پیغمبر اکرمؐ کو اخلاق حسنہ اور انسانی کرامت کی پابندی کا حکم دیا ہے اور اس بات کی تاکید کی ہے کہ لوگوں کے فہم و شعور کے مطابق، حکمت، موعظہ اور مجادلہ جیسے مختلف تبلیغی ذرائع کو بروئے کار لائیں:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔

ترجمہ: آپ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ دعوت دیں اور ان سے اس طریقہ سے بحث کریں جو بہترین طریقہ ہے۔[۱]

سلبی دعوت (منفی اور پر امن) سے مراد یہ ہے کہ ایمان لانے والے، کافروں کے دین و اعمال سے بیزاری اختیار کرتے ہوئے، اسلامی معاشرے کی تشکیل کریں تاکہ غیر توحیدی ادیان اور غیر مسلموں کے کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اخلاقی برائیوں میں ملوث نہ ہو جائیں:

لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ۔ ترجمہ: ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔[۲]

۱۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۵

۲۔ سورہ قصص، آیت، ۵۵

جہاد کے سلسلے میں، مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ دین اسلام فطرت پر مبنی ہے جو انسانی زندگی کی اصلاح کرنا چاہتا ہے، لہٰذا اسلام کو مضبوط کرنا اور اس کے استحکام کو باقی رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا، ایک اہم اور جائز انسانی حق ہے اور اس جائز فطری حق کا دفاع خود ایک اور فطری حق ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ دین توحیدی کا قیام اور اس کی بقا دفاع پر منحصر ہے[1] لہٰذا تبلیغ دین میں پیغمبر اکرمؐ کی کامیابی کی ایک وجہ آپ کی ہمدردی اور رواداری ہے۔

II. دفاعی جہاد کی حکمت عملی:

ہم سب جانتے ہیں کہ مسلمان اور دوسری قوموں کے بیچ تعلقات کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: یا تو امن و صلح کی صورت ہوگی یا پھر جنگ و کشمکش کی صورت۔ اسلام پہلی صورتحال کو فطری اور اصلی صورتحال سمجھتا ہے۔ اسلام غیر مسلم اقوام سے صرف یہی چاہتا ہے کہ اسے اپنے دین کی تبلیغ کی آزادی دی جائے اور اس راہ میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ ڈالی جائے کیونکہ اسلام کی دعوت، حق و عقل و اصلاح کی دعوت ہے اور عقل سلیم اگر افراتفری سے دور رہے گی تو وہ اپنی فطرت کی وجہ سے ضرور اسلام کو قبول کرے گی اور اس مقصد کے حصول کے لئے کسی بھی قسم کی طاقت یا جبر کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلامی دعوت کا اصول یہ ہے:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ ترجمہ: (اے پیغمبر) آپ اپنے پروردگار کے راستے کی طرف (لوگوں کو) بلائیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے بہترین انداز میں بحث و مباحثہ کریں۔

❖

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ ۔ ترجمہ: دین میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے الگ اور واضح ہو چکی ہے۔[2]

❖

۱۔ مبانی نظری سیرہ سیاسی ـ حکومتی پیامبر اعظمؐ با نگاہ بہ اندیشہ قرآنی علامہ طباطبائی، ص ۴۵

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۔ ترجمہ: اور اہلِ کتاب سے مناظرہ نہ کرو مگر اس انداز سے جو بہترین انداز ہے۔[۱]

❖

أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۔ترجمہ: تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے کہ سب مومن بن جائیں۔[۲]

ان آیات کے مندرجات پر غور کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلامی دعوت نے کبھی بھی اپنے مقصد کے حصول کے لئے جبر و اکراہ کا دامن نہیں تھاما ہے، بلکہ صراط مستقیم پر لانے کے لئے مسلسل استدلال اور منطق کا سہارا لیا ہے۔ اسلام نے اپنی پرامن دعوت کو عام کرنے کے لئے ، انہیں وسائل کا سہارا لیا ہے جن کا سہارا اس سے قبل آنے والے انبیا نے لیا تھا۔ مثال کے طور پر، اجتماعات میں تقریر کرنا اور بادشاہوں اور حکمرانوں کو خط بھیجنا، دوسرے ممالک کے سفرا کو قبول کرنا اور اسلامی دعوت کے اصول کو ان سے بیان کرنا وغیرہ وغیرہ۔[۳]

جیسا کہ پہلے بھی بتایا جاچکا ہے اسلام کی نظر میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات میں اصل چیز صلح اور امن پسندی ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کے امن پسندی کے اصول کو کس طرح قرآن مجید کی اُن آیتوں سے مطابقت دے سکتے ہیں جن میں جنگ و جدال کا تذکرہ ہے نیز عصر نبوت کی جنگوں کو کیسے توجیہ کر سکتے ہیں؟[۴] جنگ اور تنازعہ کے موضوع پر اسلام نے مختلف زاویوں سے نظر ڈالی ہے:

۱۔ کلی طور پر، جنگ کے بارے میں اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جنگ، انسانی معاشرے کی فطری ضروریات میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے کبھی بھی جنگ سے انکار نہیں کیا ہے اور اس سلسلے میں فطرت اور طبیعت کے تقاضوں کی مخالفت نہیں کی ہے لیکن جنگ کو ضرورت کی حد تک محدود کر رکھا ہے۔ اسلام نے مفسدین اور اشرار کی جارحیت اور بغاوت کو روکنے اور نظم و ضبط پر قابو پانے کے لئے جنگ کو

۱۔ سورہ عنکبوت، آیت ۴۶

۲۔ سورہ یونس، آیت ۹۹

۳۔ بلاغی، سید صدر الدین، درک روابط بین الملل: رویکرد قرآنی، ص ۸۲

۴۔ میر محمدی، سید مصطفیٰ، شریعت صلح ورحمت، ص ۶۹

آخری ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر قبول کیا ہے۔ اسلام نے جنگ کے مسئلے کو اس لئے تسلیم کیا ہے کیونکہ انسانی فطرت اور معاشرے کی روایت اکثر تنازعات، بنیادی حقوق سے انکار اور دوسروں کی آزادی کی خلاف ورزی کی طرف مائل رہتی ہے اور چونکہ اسلامی قانون ایک عملی اور اصلاحی قانون ہے، لہٰذا وہ حقائق کو نظر انداز نہیں کر سکتا ہے۔[۱]

۲۔ اسلام نے جس طرح انسانی فطرت اور طبیعت کے تقاضوں کے بنیاد پر جنگ کو قبول کیا ہے، اسی طرح تاکید کی ہے کہ جنگ صرف عوامی مفادات جیسے کہ لوگوں کے درمیان مساوات و عدل قائم کرنے کے لئے کی جا سکتی ہے۔ اسی وجہ سے، اسلام نے ہر گز دوسرے ملکوں پر قبضہ کرنے کے لئے جنگ اور ظلم و جارحیت کی اجازت نہیں دی ہے۔ اسلام اس قسم کی جنگوں کو ایک ایسی قوم کے شان کے خلاف سمجھتا ہے جو انسانی حقوق کو تسلیم کرنے والی قوم ہے۔ جنگ کو آغاز کرنے کے اہداف کی بنیاد پر جنگ کی چار قسمیں سامنے آتی ہیں:

الف۔ **ابتدائی جارحانہ جنگ**: اس قسم کی جنگ میں جو کہ عام طور سے ایک طرفہ جنگ ہوتی ہے، انسانی حقوق کی پامالی اور انسانی زندگی کی سہولیات و ذرائع کی لوٹ مار یا اس کو تباہ کرکے، خود غرضی کے جذبے کو مطمئن کرنے والے عناصر کا غلبہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی جنگ، انسان کی روح اور اس کی فطرت کے ساتھ گھناؤنا اور نفرت انگیز عمل انجام دینے جیسا ہے۔ وہ جنگیں بھی اسی قسم میں شمار کی جائیں گی جن میں دونوں فریقوں نے جبر اور انسانی حقوق کی پامالی کے ارتکاب کے لئے جنگ کو چھیڑا ہو۔

ب۔ **دشمن کی جارحانہ جنگ کے خلاف دفاعی جنگ**: یہ جنگ دشمن کو اپنے مقاصد کے حصول سے روکنے اور انسانوں کی جانوں اور اپنے اور دوسروں کے مفادات کو بچانے کے لئے لڑی جاتی ہے۔

ج۔ **بچاؤ اور روک تھام کے لئے جنگ**: جب کسی حکومت یا قوم کو قطعی طور پر یہ خبر ہو جاتی ہے کہ دشمن ان پر حملے کی تیاری کر رہا ہے تو وہ اس جنگ کو روکنے کے لئے قدم اٹھاتے ہیں اور فوجی سرگرمیاں شروع کرتے ہیں۔ اب چاہے یہ سرگرمیاں جنگ میں بدل جائیں یا پھر صرف فوجی مظاہروں اور تیاری کے

۱۔ درک روابط بین الملل: رویکرد قرآنی، ص ۸۳

اعلان تک ہی محدود ہو کر رہ جائیں اور دشمن کے حملے کا خطرہ ختم ہو جائے۔

د۔ **جنگ آزادی**: اس نوعیت کی جنگیں، انسانی حقوق کو پامال کرنے والی حکومتوں کے زیر تسلط انسانوں کی آزادی کے لئے لڑی جاتی ہیں تا کہ قابض دشمن کو پسپا کر سکیں جس نے اس قوم پر پہلی قسم کی جنگ کو مسلط کیا ہے۔ اب چونکہ اس قسم کی جنگ کے بہت سارے ابعاد اور پہلو ہوتے ہیں اور غیر معصوم کے لئے اس کو انجام دینا اور نتائج کا اندازہ لگا پانا اور اس کو کنٹرول کر پانا ممکن نہیں ہے لہٰذا انبیائے کرام اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے سوا کوئی دوسرا اس جنگ کی ذمہ داری نہیں اٹھا سکتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انسان اور عام حکومتیں، ایک ظلم کو مٹانے کے لئے کسی دوسرے ظلم و جبر کا ارتکاب کر بیٹھیں اور اس طرح اس جنگ کا مقدس ہدف حاصل نہ ہو سکے[1]۔

آزادی دلانے والی جنگ یا فقہی اصطلاح میں، ابتدائی جہاد بھی در حقیقت دفاعی جنگ ہے جو اسلامی نظام کی طرف سے شروع کی جاتی ہے یعنی اگر کافروں کے ساتھ حجت پوری ہو گئی ہو، ان کے سامنے دلائل پیش کئے جا چکے ہوں، آیات الٰہی کی تلاوت کی جا چکی ہو، عقلی دلائل پیش کئے جا چکے ہوں، آسمانی دلیل کے طور پر معجزہ کو پیش کیا جا چکا ہو، یہاں تک کہ:

قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ۔ ترجمہ: ہدایت گمراہی سے الگ واضح ہو چکی ہے[2]۔

ان سارے مراحل سے گزرنے کے بعد، اگر اب بھی وہ حق کو قبول نہیں کرتے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی فطرت سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔[3]

جنگوں کی آخری تین قسموں کو ہم کلی طور پر دفاعی جنگ کا نام دے سکتے ہیں۔ اس توصیف کے ساتھ تمام جنگوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱. ابتدائی جارحانہ جنگ

۲. دفاعی جنگ

۱۔ کلانتری، الیاس، تجلی رحمت پیامبرؐ در جنگ ہا، ص ۶۳

۲۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۵۶

۳۔ جوادی آملی، عبد اللہ، اصول روابط بین الملل در نظام اسلامی، مجموعہ مقالات دین و روابط بین الملل، ص ۷۱

توحیدی دین کے نقطہ نظر سے جارحانہ جنگ ایک پلید، ظالمانہ اور ناجائز عمل ہے جو حریت پسندی اور اخلاقی وقار کے خلاف ہے اور انسانی حقوق کو ضائع کرنے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی سیرت و اخلاق میں ہم کو اس قسم کی جنگوں کے لئے کسی بھی طرح کی تجویز نہیں ملتی۔ اس کے مقابل جو دوسری قسم کی جنگ ہے، یعنی دفاعی جنگ ایک مقدس، بابرکت، قیمتی اور مذہبی اصول و اخلاق کے مطابق عمل ہے، کیونکہ یہ ظلم سے روکتا ہے اور انصاف کی بحالی اور انسانی حقوق، سلامتی اور امن و انسانیت کو یقینی بناتا ہے۔

جہاد کے معاملے میں اسلام کی حکمت عملی، دفاعی جہاد ہے اور قرآن کریم نے اس حقیقت کو متعدد آیات میں بیان کیا ہے:

> وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ ترجمہ: اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ کیونکہ یقینا اللہ زیادتی کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔[1]
>
> ❖
>
> وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً۔ ترجمہ: اور تمام مشرکین سے اسی طرح جنگ کرو جس طرح کہ وہ تم سب سے کرتے ہیں۔[2]
>
> أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا، الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ۔ ترجمہ: جن لوگوں سے مسلسل جنگ کی جارہی ہے انہیں ان کی مظلومیت کی بنا پر جہاد کی اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بلا کسی حق کے نکال دئے گئے ہیں علاوہ اس کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔[3]

جب اسلام خطرے میں پڑ جاتا ہے اور اسلامی حکومت کی سرحدوں پر دشمن حملہ کر دیتا ہے، تو ایسے میں تمام مسلمانوں پر واجب کفائی ہے کہ وہ بنا کسی شرط اور بہانے کہ دفاع کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ جب لوگوں کا ایک گروہ دشمن کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے آگے بڑھتا ہے تو پھر دوسروں پر سے ذمہ داری

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۹۰

۲۔ سورہ توبہ، آیت ۳۶

۳۔ سورہ حج، آیت ۳۹

اٹھالی جاتی ہے، لیکن اگر کوئی بھی دفاع کے لئے نہ اٹھے تو ایسے میں سب ذمہ دار اور گنہگار ہونگے۔

امام خمینی اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

"ہر مکلّف پر واجب ہے کہ وہ بنا کسی قید و شرط کے دفاع کے لئے کھڑا ہو جائے۔ اگر اسلامی حکومت پر غلبہ اور اس پر قبضہ کرکے مسلمانوں کو اسیر بنانے کا خدشہ پایا جاتا ہو، تو ہر ممکن ذریعے سے دشمن کے مقابل جا کر جہاد کرنا واجب ہے اور اس کے لئے وہ شخص امام یا مرجع تقلید کی اجازت کا محتاج نہیں ہے اور اگر محاذ جنگ پر طاقت کی ضرورت ہے تو والدین کی بھی اجازت شرط نہیں ہے"۔[۱]

"تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف دنیا" کی قرارداد کے دفعات کا تجزیہ و تحلیل

اسٹین کے تصورات کے مطابق، دہشت گردی، غیر قانونی تشدد کے جدید طریقوں کی پیدائش کا نتیجہ ہے۔ گوریلا جنگوں کے خاتمے اور اس کی تاثیر کے ختم ہو جانے کے ساتھ ہی، جدید دور میں ایک الگ طرح کے سیاسی تشدد نے جنم لیا جو مذہبی نظریات کی کثرت کا نتیجہ تھا۔ ہائنس، کوپر سے نقل قول کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گوریلا جنگیں زیادہ تر، علاقائی یا مقامی سطح پر ہونے والے تنازعات پر ہوتی ہیں جب کہ دہشت گردوں کی کارروائیاں اکثر اس قسم کے مقامی معاہدوں سے دور ہوتی ہیں۔ خاص طور پر جس طرح سے حالیہ برسوں میں جدید دہشت گردی کی تعریف کی گئی ہے، اس سے اب یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ دہشتگرد افراد ایک خاص جغرافیائی علاقے میں وہاں کی اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے اس خطے کی حکومتی طاقتوں سے برسرپیکار ہیں، بلکہ اب وہ پوری دنیا میں اقلیتوں کی زندگی میں ہو رہے نمایاں جبر و ظلم کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔"[۲]

انتہا پسندی کی تعریف کرنا مشکل ہے لیکن اتنا کہا جاسکتا ہے کہ انتہا پسندی، بنیاد پرستی کی ابھرتی ہوئی

۱۔ خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام خمینی (جلد ۱) ص ۴۹۲

۲۔ محمدی، نعیما؛ حاضری، علی محمد، تروریسم بہ مثابہ یک جنبش اجتماعی جدید در مواجہہ دموکراسی، ص ۱۸۰

شکل ہے۔ یقیناً بنیاد پرستی کے مقابلہ میں انتہا پسندی میں ایک پہلو زیادہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے انتہا پسندی اور بنیاد پرستی میں فرق ہو جاتا ہے اور یہ پہلو در حقیقت تشدد کا پہلو ہے۔ انتہا پسند ایک ایسا عنوان ہے جو ان لوگوں کو یا ان گروہوں کو دیا جاتا ہے جو عام طور سے اپنے عقائد، نظریات یا اخلاقی اقدار کو دوسروں پر مسلط کرنے کے لئے تشدد کا سہارا لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر بنیاد پرست فرد، انتہا پسند نہیں ہوتا ہے اور بنیاد پرستی لازمی طور پر پُر تشدد چیز نہیں ہے لیکن وہ بنیاد پرست افراد جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے تشدد کرتے ہیں وہ انتہا پسند ہیں۔ یہاں پر تشدد کو اکثر ایک مضبوط طاقت سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کا استعمال شدت پسندوں کے ذریعہ ان لوگوں یا گروہوں کو جانی نقصان پہچانے کے لئے کیا جاتا ہے جنہیں وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ انتہا پسندوں کے تشدد کا مقصد اپنے مقابل کے گروہ کو غیر متناسب رد عمل پر اکسانا، اعتدال پسندوں کو انتہا پسندی کی طرف راغب کرنا وغیرہ ہے۔ شدت پسند اپنے حامی گروہوں کو مضبوط کرتے ہیں اور اپنے فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کرتے ہیں[1]

یہ لوگ اپنے مالی وسائل اور دیگر وسائل میں اضافہ کرتے ہیں اور مجموعی طور پر اپنی طاقت میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ سیاسی اور معاشرتی طاقت یا اس میں اثر ورسوخ کے خواہاں ہیں۔ وہ حکومت اور عوامی تنظیموں کے خلاف تشدد کا استعمال کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں خوف پیدا کرکے، اقتدار سنبھالنے والوں کی نااہلیت کو ظاہر کر سکیں۔ لہٰذا، بہت سے انتہا پسندانہ پر تشدد اقدامات، جیسا کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہے، غیر معقول نہیں ہیں بلکہ انتہا پسندوں کا تشدد پوری تیاری اور مکمل ہدف کے تحت ہوتا ہے۔

مذہبی فرقہ واریت جو اکثر مذہبی بنیاد پرستی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، وہ اپنی انتہا پسندی اور مذہبی حوالوں سے متعلق غلط فہمیوں کی وجہ سے عملی طور پر انتہائی طرز عمل کا مظاہرہ کرتی ہے۔ ان میں سے ایک خود کش حملے ہیں جو بنیادی طور پر اسلام کی تعلیمات اور دیگر الٰہی مذاہب کی تعلیمات کے متضاد ہیں۔

تاہم مذہبی بنیاد پرستی کسی بھی طرح سے صرف دین اسلام کے پیروکاروں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ دیگر ادیان منجملہ مسیحیت اور یہود کے پیروکاروں میں بھی مذہبی انتہا پسندی موجود ہے اور انہوں نے دہشتگردانہ کارروائیوں کا سہارا لیا ہے لیکن اس کے باوجود مغربی میڈیا نے مغربی عوام کی اسلام کی طرف

بڑھتی ہوئی توجہ کو کم کرنے کے لئے، القاعدہ جیسے مسلم انتہا پسندوں کے گھناؤنے اعمال پر زور و شور سے روشنی ڈالی ہے۔

جب ہم الہی ادیان کے ماننے والے متدین افراد کی نظروں سے دین کی طرف دیکھتے ہیں تب ہم کو دین کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ خدا نے انسان کی رہنمائی اور اس دنیا میں اس کی زندگی کو معنی و مفہوم دینے اور ابدی نعمت اور ابدی سعادت کا راستہ دکھانے کے لئے دین کو بھیجا ہے اور تمام وحیانی ادیان کے جوہر اور مشمولات ایک ہیں۔

آج کے دور میں سیرت پیغمبر اکرمؐ کی ہمیں سخت ضرورت ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی مکہ والی سیرت پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنا چاہیے تاکہ انسانوں کی تربیت کی جاسکے اور اس کے بعد مدینہ النبی کی تعمیر کا آغاز ہو سکے۔ آج کی اسلامی دنیا کو اپنے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں نے ہمیشہ سے کچھ اہداف کو حاصل کرنا چاہا ہے جیسے کہ پوری دنیا میں امت مسلمہ میں تفرقہ و اختلاف ڈالنا اور اسے بڑھاوا دینا تاکہ پیغمبر اکرمؐ کی عالمی دعوت کو دنیا والوں کے کانوں تک پہنچنے سے روکا جاسکے۔ بدقسمتی سے وہ چھوٹے دستے اور گروہ جو نہ تو اسلامی ثقافت سے واقف ہیں اور نہ ہی اسلام کی حقیقت اور اس کے اصولوں سے آشنا ہیں، وہی لوگ آج اسلام اور جہاد کے نام پر اسلام کا مسخ شدہ چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں مسلمانوں کے درمیان اختلافات مزید بڑھ گیا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے اسلامی اصولوں کے تحفظ کے لئے اور اسلام کے اصل چہرے کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے اب تک، بہت سے اقدامات کئے ہیں۔ اسی سلسلے میں، ایران کے صدر، ڈاکٹر حسن روحانی نے ستمبر ۲۰۱۳ میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کو خطاب کرتے ہوئے، ایک تجویز کے ذریعہ تشدد اور انتہا پسندی سے پاک دنیا کا مطالبہ کیا۔ اقوام متحدہ کے تمام ۱۹۰ ممبر ممالک کے مثبت ووٹ کے ساتھ، ۱۷ دسمبر ۲۰۱۳ کو "تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف دنیا" (WAVE) نام کا یہ قرار داد تصویب ہو گیا۔ اس قرار داد نے یہ دکھا دیا کہ ایران، دنیا بھر میں بالخصوص مشرق وسطی میں انتہا پسندی اور تشدد کے خلاف جنگ کا داعی اور علم بردار ہے۔ اس قرار داد کا پیغام یہ ہے کہ ایران پرامن اور اعتدال پسند نظریات کا احترام کرتا ہے۔ اس قرار داد کی تمہید میں، حقوق کی برابری اور حق خود ارادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اقوام عالم کے مابین دوستانہ تعلقات

کے فروغ کے سلسلے میں طے شدہ اہداف اور اصولوں کی تصدیق پر زور دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عالمی امن کو مضبوط بنانے، انسان کے معاشی، معاشرتی اور ثقافتی پہلوؤں سے متعلق بین الاقوامی مسائل کے حل کے لئے بین الاقوامی تعاون کے حصول اور تمام انسانوں کے لئے انسانی حقوق اور بنیادی حریت کے احترام کو فروغ دینے والی کوششوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

اسی طرح اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی عقائد، قومی یا معاشرتی پس منظر، ملکیت، پیدائش اور دیگر امور سے قطع نظر کرتے ہوئے، اقوام متحدہ کے ارکان ممالک کسی بھی ملک یا ریاست کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کے خلاف دھمکی اور طاقت یا کسی اور ذریعہ کے استعمال سے پرہیز کریں گے۔ اسی کے ساتھ فرقہ وارانہ تشدد اور دہشتگردی جیسے پر تشدد انتہا پسندی سرگرمیوں کے خلاف بھی رکن ممالک کو انتباہ کرتا ہے۔

اقوام متحدہ کے ممبر ممالک اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ جنگیں اور مسلح تصادم، انتہا پسندی اور تشدد کے پھیلاؤ کا باعث بن سکتی ہیں اور اس سے انسانی معاشروں کی ترقی اور انسانی فلاح میں رکاوٹ آسکتی ہے، اس بات پر تاکید کی کہ پر تشدد انتہا پسندی کو چاہے وہ کسی بھی شکل و صورت میں ہو، ہم کسی خاص مذہب، قومیت، تہذیب یا نسلی گروہ سے منسوب نہیں کرسکتے ہیں۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی منظور کردہ اس قرارداد میں، ممبران نے انتہا پسندوں کے ذریعہ بچوں اور خواتین سمیت عام شہریوں کو نشانہ بنانے کو بین الاقوامی قانون بالخصوص انسانی حقوق اور انسانیت کی خلاف ورزی جانا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ ممالک مختلف معاشروں میں سیاسی اصلاحات، اعتدال پسندی اور ہمہ جہت ترقی کے عوامی مطالبے کو روکنے نیز ترقی کے لئے ہونے والی جد و جہد کو تشدد کی طرف موڑنے کی کوششوں کی بھی مذمت کرتے ہیں بلکہ پر تشدد انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ تشدد کے خلاف جنگ کرنے کے لئے سارے ممبران متحد ہیں اور مختلف صورتوں میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں، منجملہ:

۱۔ تشدد اور امتیازی سلوک سے وابستہ انتہا پسند عوامل کے بارے میں اپنے ملک اور معاشرہ میں بات چیت کو فروغ دینا اور ان عوامل سے نمٹنے کے لئے معقول حکمت عملی اپنانا۔

۲۔ رواداری کو فروغ دینا اور مذہبی اور ثقافتی فرق کا احترام کرنا۔ انسانی حقوق کے احترام کو یقینی بنانے کے لئے باہمی تعاون، افہام و تفہیم اور بات چیت کی اہمیت پر مسلسل دھیان دینا۔

۳۔ عدم برداشت اور فرقہ وارانہ تشدد کے خطرات کے بارے میں رائے عامہ کو بیدار کرنا۔

۴۔ تعلیم، ثقافت، مواصلات اور سائنس کے میدان میں سرگرم اداروں کے ذریعہ، تفہیم، رواداری اور عدم تشدد کے عمل کو پھیلانے کے لئے معاشرہ کے ساتھ تعاون، جمہوری اداروں کو مضبوط بنانا، جامع اور محفوظ ترقیاتی اعمال کی طرف متوجہ رہنا۔

۵۔ ہر طرح کی عدم رواداری اور تشدد کے خاتمے، غربت اور ناخواندگی کے خاتمہ اور عدم مساوات کو کم کرنے کی حمایت۔

۷۔ معاشرے کے مختلف حصوں میں مشارکت کو فروغ دینا، اظہار رائے کی آزادی اور اس کے حق کو استعمال کرنا اور خاص طور پر جدید میڈیا اور ٹکنالوجی کے ذریعے انسانی حقوق کے احترام کو فروغ دینا اور رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دینے میں تمام مذاہب، عقائد، ثقافتوں اور لوگوں کے مابین بہتر تفہیم پیدا کرنا۔

۹۔ نسل پرستی، انتہا پسندی، غذائی قلّت، اور اس سے متعلق عدم رواداری کا مقابلہ کرنا اور قومی، نسلی یا مذہبی منافرت کو فروغ دینے والوں سے مقابلہ کرنا۔

اسلام رحمانی کے اصول: تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف عالمی مہم کے لئے رہنما اصول

قرآن مجید کے نقطہ نظر سے پیغمبر اکرمؐ کی رحمت ایک جہان شمول رحمت ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں:

وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ إِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِينَ۔ ترجمہ: اور ہم نے آپ کو عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔[۱]

حضرتؐ، انسانوں کے مفادات کے تحفظ اور دنیا و آخرت میں تمام افراد کی کامیابی کے لئے پوری کوشش کرتے رہے۔ اللہ تعالی سورہ شعرا کی تیسری آیت میں، پیغمبر اسلامؐ کی شفقت و مہربانی کو اس طرح بیان فرماتا ہے:

۱۔ سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ۔ ترجمہ: کیا آپ اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈال دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کی سیرت انسانوں کی عملی تربیت کے لئے نمونہ ہے اور یہ تربیت ائمہ اطہار علیہم السلام کے طرز عمل میں سب سے بہترین شکل میں ظاہر ہوتی ہے جو کہ سیرت رسولؐ سے الگ نہیں ہے۔ مختلف مقامات سے مدینہ منورہ آنے والے وفود کے لئے جب پیغمبر اکرمؐ الٰہی احکامات کو بیان کرتے اور لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے تو آپؐ مکمل انکساری اور فروتنی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ جب عیسائیوں کا ایک گروہ آپؐ سے ملاقات کرنے آیا تو آپؐ نے اپنی عبا کو بچھا دیا اور سب کو اس پر بٹھایا۔ پیغمبر اکرمؐ ایسا ماحول فراہم کرنا چاہتے تھے جس میں لوگ اپنے دین وآئین کے بارے میں اپنی مرضی سے فیصلہ کرسکیں اور حق کے ظاہر ہوجانے کے بعد وہ پوری آزادی کے ساتھ دین توحیدی کو قبول کرلیں۔ تشدد سے پاک دنیا کے بارے میں دین اسلام کی عام پالیسیوں کو مختصر طور پر اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

ا۔ توحید پر مبنی اسلام کی دعوت

اسلام نے اپنی عالمی تحریک میں سارے انسانوں کو شامل کرنے کے لئے جو بنیادی طریقہ اپنایا وہ یہ ہے کہ اس نے توحید کی بنیاد پر لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ خدا کی وحدانیت پر ایمان تمام آسمانی ادیان بالخصوص اسلام کی بنیاد ہے اور اس کے تمام پہلو، بشمول عقائد، اصول اور اخلاقیات سب اسی پر مبنی ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے بھی اپنی دعوت کا سلسلہ توحید سے شروع کیا اور توحید ہی آپؐ کی بنیادی حکمت عملی ہے۔ خفیہ اور عوامی دعوت کے دوران بھی آپؐ نے مسئلہ توحید پر زیادہ تاکید کی ہے[1]۔ اپنے ہم عصر حاکموں کو لکھے گئے خطوط میں، آنحضرتؐ نے کبھی بھی ریاست اسلامیہ میں ان کے انضمام کی بات نہیں کی، بلکہ آپؐ نے صرف اپنی رسالت کو تسلیم کرنے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ کچھ معاملات میں آپؐ نے ان کے ملکوں پر ان کی حکمرانی کے تسلسل کو بھی یقینی بنایا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حضرتؐ نے اس الٰہی دعوت سے نافرمانی کے نتیجہ کو آخرت کا عذاب قرار دیا۔

۱۔ ابن ہشام، سیرۃ النبی، ص ۲۶۷

۲۔ افہام و تفہیم کی بنیاد پر اتحاد پیدا کرنا

الٰہی قانون کے سائے میں ایک معاشرے اور ایک حکومت کی تشکیل کے لئے انسانی معاشروں کے مابین اتحاد قائم کرنے اور معاہدوں کی ضرورت ہے۔ رسالت کی دو اہم خصوصیات یعنی آفاقیت اور جاودانگی کے سبب، حضور اکرمؐ نے اسلام کے بنیادی ہدف کے حصول کے لئے مختلف طریقوں کا استعمال کیا جس سے معاشرے میں اتحاد و اتفاق، امن اور افہام و تفہیم حاصل ہو سکے۔ آپ نے مختلف قبیلوں اور ممالک سے معاہدے کئے۔ اسلام اسی معاہدے کو قانونی حیثیت دیتا ہے جو فریقین کی رضامندی اور مرضی سے ہو اور ہر اس معاہدہ کو کالعدم قرار دیتا ہے جس میں کسی بھی قسم کی زبردستی ہو۔

اگرچہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں اسلام کی غیر متنازعہ طاقت کی وجہ سے آپؐ ایک طرفہ مراعات حاصل کر سکتے تھے لیکن آپؐ علاقائی سلامتی اور اپنے اور قریش کے مابین جنگ بندی کے حصول کے لئے، قریش کو مزید مراعات کی پیش کش کی۔ پیغمبر اکرمؐ کے سیاسی طرز عمل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معقول معاہدے تک پہنچنے کے لئے مراعات یا رعایت دینا صحیح ہے لیکن اس سلسلے میں اسلام کے دائرہ کار، یعنی اسلام کے بنیادی اصولوں کی خلاف ورزی پر بھی غور کیا جانا چاہئے[۱]۔

۳۔ امن کی بنیاد پر بقائے باہمی

قرآن کے مطابق، اگرچہ معاشرتی زندگی میں جنگ اور امن دونوں شامل ہیں، لیکن معاشرے کی تشکیل اور انبیائے کرام کی بعثت کا اصل مقصد پرامن بقائے باہمی ہے کیونکہ "ارسال رسل" کا سب سے اہم مقصد معاشرے میں انصاف کا قیام ہے جس سے معاشرے میں امن و سلامتی آئے گی۔ مزید یہ کہ جنگ اور کشمکش کی صورتحال انسانی جارحیت اور خودخواہی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے اور اگر ان پر قابو پا لیا جائے تو معاشرے میں امن قائم ہو سکتا ہے اور پرامن بقائے باہمی کی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔

اسلام نے ہمیشہ سے معاشرتی مسائل پر حقیقت پسندانہ نظر رکھی ہے اور ان مسائل کے حل کے لئے ان کی بنیادی وجوہات کو ختم کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ جنگ اور داخلی و بین الاقوامی تنازعات کے بارے میں بھی اسلام کا یہی مؤقف ہے اور اسی وجہ سے اس نے جنگ اور تنازعہ کی وجوہات کو ختم کرنے کی کوشش

۱۔ عمید زنجانی، عباس علی، فقہ سیاسی: حقوق تعہدات بین المللی و دیپلماسی در اسلام، ص ۳۶۲-۳۶۰

کی ہے۔ بین الاقوامی تعلقات میں جنگ کے ابھرنے کے سب سے اہم عوامل یہ ہیں: منفعت طلبی، نظریاتی اختلافات، اقتدار کی تلاش اور سیاسی بالادستی کی خواہش۔

اسلامی قوانین میں ملکی اور بین الاقوامی دونوں تعلقات میں، تنازعات کو حل کرنے کے لئے اہم طریقوں میں سب سے زیادہ بات چیت، آزاد گفتگو، حکمت اور ثالثی اور سمجھوتہ جیسے پر امن ذرائع کا سہارا لیا جاتا ہے۔

۴۔ برداشت پر مبنی رواداری

اسلام نے رواداری، بخشش اور برداشت جیسی صفات پر بہت زور دیا ہے، کیونکہ اسلامی معاشرے میں امن کے قیام اور انسانوں کی کردار سازی میں یہ صفات بہت موثر ہیں۔ حضور اکرمؐ کی سیرت، قرآنی تعلیمات پر مبنی ہے۔آپؐ نے غیر مسلم ممالک کے ساتھ اپنے بین الاقوامی تعلقات میں بھی بے حد خود مختاری کا مظاہرہ کیا۔

مثال کے طور پر، آپؐ نے حضرت مسیح کی الوہیت پر عقیدے رکھنے کی وجہ سے نصارائے نجران کی سرزنش کی اور ان سے دین اسلام کو قبول کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس کے باوجود آپؐ نے ان کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس، انہیں اپنی عبادت کے لئے مدینہ میں مسجد کو استعمال کرنے کی اجازت دی۔

غیر مسلموں کے ساتھ معاملات میں اسلامی رواداری دو بنیادی اصولوں پر مبنی ہے: ایک تو دین حق کو قبول کرنے میں انسان کو مکمل آزادی اور اختیار حاصل ہے۔ اور دوسرے یہ کہ مخالف رائے کو برداشت کیا جائے اور غیر مسلم مفکرین اور غیر اسلامی مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا خیال رکھا جائے اس شرط کے ساتھ کہ یہ مجبوری اور کمزوری کی بنا پر نہ ہو۔

بنیادی طور پر گذشتہ الٰہی ادیان کو قرآن کے ذریعے تسلیم کئے جانے نے ہی روز اول سے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا درس دیا۔ اسی طریقے سے مقام عمل میں بھی اسلام بقیہ ادیان آسمانی کے پیروکاروں کو اسلامی معاشرے میں اپنے عقائد، رسومات اور مذہبی عبادات کو انجام دینے کی کھلی اجازت دیتا ہے۔[1]

۱۔ فرزانہ فر، حسین، تساہل ومدارا در اندیشہ ہای سیاسی اسلام، فصلنامہ مطالعات اسلامی، ص ۱۶۱

۵۔ کردار سازی پر مبنی دینی تعلیمات

دینی تعلیمات کا اسلوب خصوصاً دین اسلام کی تعلیمات کا طریقہ کچھ اس طرح ہے: ا. عملی تعلیمات عمل کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں۔ ۲. علمی حقائق بیان کرتے وقت بھی عمل کو ساتھ رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنی دعوت کو جامع اصولوں کی تعلیم سے آغاز نہیں کیا بلکہ عمل سے آغاز کیا جس کے ساتھ کلام و بیان بھی ہوتا تھا. ۳. بہترین تربیت کی شرط اول یہ ہے کہ معلم، متعلّمین کو تعلیم دی جانے والی صفات کا حامل ہو۔ اسی وجہ سے کلام الٰہی، تعلیمات کے اُن ابواب پر بھی مشتمل ہے جن میں انبیاء و مرسلین کے اعمال بیان ہوئے ہیں۔

علامہ طباطبائی نے کردار سازی کے تین اصول بیان کئے ہیں:

ا۔ تربیت عملی شکل میں ہونی چاہیے۔ اس لئے کہ یہ انسانی محسوسات سے زیادہ نزدیک ہے اور اس طرح کی تربیت میں سکھانے والا در واقع یہ بتاتا ہے کہ جس طرح میں عمل کر رہا ہوں ویسا عمل کرو نہ کہ جو کہہ رہا ہوں وہ انجام دو۔

۲۔ علمی، نظریاتی اور اعتقادی تعلیمات بھی عملی شکل میں ہونی چاہئے تاکہ متعلّمین تک باآسانی منتقل ہوسکے۔ ایک اور مقام پر علامہ طباطبائی کہتے ہیں کہ توحید اور عرفان کی مشکل تعلیمات بھی عام فہم اور مثالوں سے سجی ہونی چاہئے۔

۳۔ سکھانے والا اپنی تعلیمات پر خود بھی عمل پیرا ہو اور اس کا عمل اپنے متعلّمین کی نظر میں مکمل طور سے روشن اور ثابت ہو۔[۱]

٦۔ کرامت اور انسانی اصولوں کی بنیاد پر انسانی روابط کی تحکیم

دین مبین اسلام نے تاکید کی ہے کہ انسانوں کے ساتھ انسانی اقدار کے اصول پر مبنی رویہ اپنانا چاہیے اور انسانی شان و عزت کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ اسلام نے تمام انسانی حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اور ان کی حمایت اور سلامتی کو واجب شمار کیا ہے، خواہ وہ دینی حقوق ہوں، سماجی ہوں یا پھر سیاسی۔ ان میں سے کچھ حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ تساہل و مدارا در اندیشہ ہای سیاسی اسلام، ص ۴۰

I. **حق زندگی (حیات) :** سب کی جان کی حفاظت ہونی چاہئے اور کسی پر ظلم نہیں کرنا چاہئے، مگر یہ کہ کوئی قتل یا فساد فی الارض کا مرتکب ہو کر قتل کا مستحق ٹھرے۔

II. **حق تحفظ مال:** جان کی طرح لوگوں کے مال و اسباب بھی محترم ہیں اور ناجائز طریقے سے کسی کے مال کو اس سے چھینا نہیں جاسکتا ہے۔

III. **حق ناموس:** کسی کی ناموس پر خواہ بدزبانی کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو، تجاوز نہیں ہونا چاہئے۔

IV. **حق آزادی:** اسلام عبادت کی آزادی، آزادی فکر اور پیشے کے انتخاب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔

V. **حق پناہ گاہ:** ہر ایک کو اپنی مرضی کی جگہ پر قیام اور زندگی کرنے کا پورا حق ہے اور بغیر کسی ممانعت و محدودیت کے ایک انسان کرہ ارض کے کسی بھی حصے میں آمد و رفت کر سکتا ہے۔ اسی طرح کسی کو ملک بدر، جلاوطن یا قید نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کہ اس نے دوسروں کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی سے کام لیا ہو یا لوگوں کی سلامتی کو خطرہ میں ڈالا ہو یا پھر کسی بے قصور شخص کو ہلاک کیا ہو۔

VI. **رائے دہی اور اظہار خیال کا حق:** انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے اور استدلال کا اظہار کرے اور حقائق کو واضح طور پر بیان کرے۔ اسلام انسانوں کی ذاتی رائے کو نظر انداز کرنے کا سخت مخالف ہے۔ اسی طرح آزادی فکر اور اظہار خیال پر پابندی کو بالکل تسلیم نہیں کرتا، مگر یہ کہ وہ خیالات معاشرے کے لیے مضر ہوں۔

۷۔ سیاسی اور سماجی عدالت

اسلام کسی کو بھی مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ اسلام تو دو متحارب ریاستوں خواہ دونوں کافر اور غیر توحید پرست ہی کیوں نہ ہوں، ان کو بھی مسلمانوں سے اسلحہ خرید کر اپنی جنگ جاری رکھنے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ عدالت، اسلام رحمانی کا بنیادی رکن ہے۔ انصاف اور عدالت کے تقاضوں پر عمل کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ خدا نے مومنین سے اقامہ قسط (قیام عدل) سے زیادہ قوام بہ قسط (عدالت پر ثابت رہنے) کا مطالبہ کیا ہے۔ یعنی انصاف پسندی اور اس کو معاشرے میں رائج کرنا مومن کی اصلی پہچان ہے۔ کسی بھی حکومت کے اہم ترین منشور کا نام عدالت ہے۔ رحمانی اسلام کی نظر میں

عدالت، اسلام کو سمجھنے کا ذریعہ ہے۔ اگر مجتہد اپنے استنباط میں عدل کے تقاضوں پر توجہ نہ کرے تو اس کا فتویٰ قابل اعتنا نہیں ہے۔ظالمانہ امور میں کسی بھی قسم کی عظمت نہیں پائی جاتی ہے۔ رحمانی اسلام، سیاسی اور اجتماعی عدالت کا نگہبان ہے اور ظلم کو کسی بھی سیاسی نظام کا سب سے بڑا جرم گردانتا ہے۔ اور ظالم کے مقابلے میں سکوت اختیار کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

۸۔ تکفیر، تفرقہ اندازی اور جنگ وجدال سے ممانعت

مولائے کائنات، پیغمبر اسلامؐ کے زمانہ بعثت اور پیغمبری کے بارے میں فرماتے ہیں:

> "پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے وقت، لوگ مختلف قوموں، ملتوں اور ادیان میں بنٹے ہوئے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ نے ان کو زندگی بخشی اور متحد کیا۔یوں ہر انسان کا یہ فرض بن گیا کہ وہ دوسرے انسانوں سے الگ نہ رہے۔ اگر وہ دونوں ایک ہی دین کے پیروکار ہیں تو اسی دین کی بنا پر متحد رہیں اور اگر ان کا دین ایک نہ ہو تو اپنی مشترکہ انسانیت کے اصول پر متحد رہیں۔ اختلاف کسی کے حق میں بھی فائدہ مند نہیں ہوتا۔ جس نے بھی خود کو معاشرے سے جدا کر لیا، اس نے خود کو معاشرے کی اچھائیوں سے جدا کیا ہے جب کہ اس کا جدا ہو جانا معاشرے کے حق میں نقصان دہ ثابت نہیں ہوتا[۱]"۔

مسلمانوں کے قتل کی توجیہ کرنے کے لئے بھی ان کی تکفیر جائز نہیں ہے، اس لئے کہ تکفیر معاشرے میں جنگ وجدال اور سفاکیت کو بڑھاوا دیتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے دو مواقع کے علاوہ کہیں بھی تند زبان کا استعمال نہیں کیا ہے:

۱۔ جنگ کے میدان میں اور دشمنوں سے مقابلہ آرائی کے وقت جہاں دشمنوں پر غلبہ پانے کا واحد طریقہ تندی، استحکام اور سختی ہے۔

۲۔ شرعی حدود کے نفاذ میں، ان لوگوں کے لئے جو اس کے مستحق ہیں۔ اس لئے کہ حدود الٰہی کو قائم کرتے وقت نرمی اور رحم کا تصور بے جا ہے۔

۱۔ اصول روابط بین الملل در نظام اسلامی، مجموعہ مقالات دین و روابط بین الملل، ص ۶۶-۶۷

۹۔ تسلط خواہی کی ممانعت

اسلام میں تسلط خواہی اور تسلط پذیری، دونوں قابل مذمت اور ممنوع ہیں۔ قرآن کریم کی نگاہ میں اگرانسان کسی پر ظلم کرتا ہے تو یہ ظلم کرنا ہی اپنے حق میں بددعا کرنے کے برابر ہے، یعنی خدایا کسی ظالم کو مجھ پر مسلط کردے۔ خود ظلم ایک طرح کی دعا ہے۔ اگر اپنے بچوں کی مشکلات کا خیال ہے تو کسی کے سر سے سایہ نہ چھینو۔ کسی کے منہ سے اس کا لقمہ چھین کر اس کا رزق بند نہ کرو۔ کافر یہاں تک کہ حیوان پر بھی ظلم کرنا حرام ہے۔

وہ دین جو کسی مسلمان کو ایک کتے پر بھی ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا، یقیناً وہ اس بات سے بھی راضی نہیں ہوگا کہ ایک انسان پر ظلم ہو۔ اگر کوئی اپنے مال کو اس لئے وقف کرنا چاہے کہ کوئی یہودی اس کی مملکت میں بھوکا نہ سوئے، تو یہ وقف بالکل صحیح ہے۔ ایسی وسعت نظر رکھنے والے دین کو حق ہے کہ وہ عالمی ہو جائے اور بین الاقوامی تعلقات کو مرتب کرے۔ اسلام جس بنا پر ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اسی بنا پر ظلم سہنے کا بھی قائل نہیں ہے۔[۱]

اسلام کی نظر میں انسان ساری مخلوقات میں سب سے افضل و برتر ہے اور روئے زمین پر اللہ تعالی کے خلیفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظرئے کے تحت انسان کا آزاد ہونا ہی اصل ہے اور غلامی ایک وقتی چیز ہے جو خلقت الٰہی کے نظام کے خلاف ہے اور اسلام نے اسے ایک سماجی بیماری قرار دیتے ہوئے اس سے اعلان جنگ کیا ہے۔[۲]

نتیجہ:

مغربی ذرائع ابلاغ ایک عرصے سے اسلامی ممالک کا تعارف، شدت پسندی اور انتہا پسندی کے حوالے سے کررہے ہیں اور اس طرح وہ اسلام کو بین الاقوامی سطح پر بربریت پھیلانے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔

دوسری طرف مسلم ممالک کی انتہا پسند جماعتیں، دشمن کے بنائے ہوئے منصوبوں پر چلتے ہوئے اپنے دہشتگردانہ اور سفاکانہ اقدامات کے ذریعے ان کی مدد کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور

۱۔ تساہل ومدارا در اندیشہ ہای سیاسی اسلام، ص ۶۸-۶۹
۲۔ قریشی، سید علی اکبر، قاموس قرآن، ص ۱۹۹

اسلامی تعلیمات میں سفاکیت اور دہشت گردی جیسی کوئی شئے نہیں پائی جاتی، بلکہ جو چیز بربریت کا سبب بنتی ہے وہ مذہبی افراد کی انتہا پسندی اور فرقہ پرستی ہے جو صرف اسلام سے مخصوص نہیں بلکہ تمام ادیان میں پائی جاتی ہے۔

حقیقی اسلامی فکر جو کہ مکمل طور پر اسلام کی بنیاد ہے، اس میں اہل دنیا کے لئے وسیع رحمت اور مستحکم صلح پر زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ دین کے مختلف اصول اور احکام، اسلام کے رحمانی چہرے کو پیش کرتے ہیں جو کہ اسلام کا حقیقی چہرہ ہے۔ مسلمانوں کی تکفیر سے ممانعت، غیر مسلموں کے ساتھ نیک برتاؤ، مستحق افراد کو سزا دیتے وقت رحمت و نرمی، جنگ و جدال اور تفرقہ پردازی سے ممانعت اور اس جیسے بہت سے موارد ہیں جن پر اسلام تاکید کرتا ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلامی جمہوریہ ایران کی سفارش پر پیش کی گئی "تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف دنیا" نامی قرارداد کو دیکھتے ہوئے ایک اور سنہرا موقع ہاتھ آیا تا کہ اسلام کے رحمانی چہرے کی وضاحت کی جائے اور دنیاوالوں کے ذہن میں اسلام سے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں، انہیں دور کیا جائے۔ اسی طرح ان انتہا پسند اور سفاک گروہوں پر روشنی ڈالی جائے جو اپنے آپ کو اسلام کا ٹھیکے دار سمجھتے ہیں جب کہ دین پر حقیقی ضرب پہنچانے والے بھی وہی ہیں۔

اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے کہ "تشدد اور انتہا پسندی کے خلاف دنیا" نامی قرارداد پر تحقیق کے ساتھ ساتھ اسلام کے ان حقیقی اصولوں کی تشریح کی جائے جو اس قرارداد کو اپنے مقصد تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کا رحمانی چہرہ اس قرارداد کو ہدف تک پہنچانے والے راستے پر روشنی ڈالتا ہے۔

اسلام کے رحمانی چہرے کی وضاحت سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام کی دعوت دراصل ہم آہنگی اور حسن سلوک پر منحصر ہے اور پرتشدد اقدامات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام کی بقائے باہمی پر بے انتہا تاکید، صلح و رواداری پر مبنی ہے اور یہ انتہا پسندی سے یکسر مختلف ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقی اسلام، انسانی روابط کو انسانی اصولوں کا پابند دیکھنا چاہتا ہے اور تکفیر و جنگ و جدال سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتا۔ مذکورہ اصول کی پابندی ہی ذکر شدہ قرارداد کو آگے لے جائے گی۔

منابع و مآخذ

الف۔کتاب

- ابراہیمی، محمد، اسلام و حقوق بین المللی عمومی، نشر سمت، تہران، ۱۳۷۷
- ابن ہشام، سیرۃ النبی، ترجمہ سید ہاشم رسولی محلاتی، نشر اسلامیہ، تہران، ۱۳۴۸
- العسکری، ابوہلال، الفروق اللغویہ، مؤسسہ نشر اسلامی، قم، ۱۴۱۲
- فہد حلی، احمد بن محمد، آداب راز و نیاز بہ درگاہ بی نیاز، ترجمہ محمد حسین نائیجی، انتشارات قدس، تہران
- علامہ مجلسی، بحار الانوار الجامعہ لدرر اخبار الائمۃ الاطہار، دار الکتب اسلامیہ
- عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن عبد الصمد الدارمی، المسند الجامع (سنن الدارمی)، دار الغرب الاسلامی، بیروت
- عمید زنجانی، عباس علی، فقہ سیاسی: حقوق تعہدات بین المللی و دیپلماسی در اسلام، نشر سمت، تہران، ۱۳۷۹
- قریشی، سید علی اکبر، قاموس قرآن، نشر دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۴
- خمینی، روح اللہ، صحیفہ امام خمینیؒ، موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ، تہران، ۱۳۷۶
- موسوی، سید محمد، دیپلماسی و رفتار سیاسی در اسلام، انتشارات باز، تہران، ۱۳۸۶

ب: مقالات

- الصباغ، بسام، فرہنگ ہمزیستی، فصلنامہ اندیشہ تقریب، شمارہ ۱۰، ۱۳۸۶
- افتخاری، اصغر، درک روابط بین الملل: رویکردی قرآنی، فصلنامہ روابط خارجی، سال دوم، شمارہ ۴، ۱۳۸۹
- بلاغی، سید صدر الدین، درک روابط بین الملل: رویکردی قرآنی، فصلنامہ روابط خارجی، سال دوم، شمارہ ۴، ۱۳۴۹
- جہان اسلام، و معضل افراط گرایی مذہبی، فصلنامہ اندیشہ تقریب، سال ششم، شمارہ ۲۴، ۱۳۸۹
- جوادی آملی، عبد اللہ، اصول روابط بین الملل در نظام اسلامی، مجموعہ مقالات دین و روابط بین الملل، حسن میرزایی پژوہشکدہ تحقیقات راہبردی، تہران، ۱۳۹۰
- سجادی، سید عبد القیوم، سیاست خارجی دولت اسلامی از دیدگاہ امام علیؑ، مجلّہ علوم سیاسی، شمارہ ۱۱، ۱۳۷۹
- فرزانہ فر، حسین، تساہل و مدارا در اندیشہ ہای سیاسی اسلام، فصلنامہ مطالعات اسلامی، شمارہ ۶۳، ۱۳۸۳
- کریمی نیا، محمد مہدی، رسول مہربانی در سیرہ و گفتار، ماہنامہ معرفت، شمارہ ۱۰۸، ۱۳۶۳
- کلانتری، الیاس، تجلی رحمت پیامبرؐ در جنگ ہا، فصلنامہ بینات، شمارہ ۵۲، ۱۳۸۵
- میر محمدی، سید مصطفیٰ، شریعت صلح و رحمت، فصلنامہ اندیشہ تقریب، سال اول، شمارہ ۳، ۱۳۸۴

- محمدی، نعیما؛ حاضری، علی محمد، تروریسم به مثابه یک جنبش اجتماعی جدید در مواجهه دموکراسی، پژوهشنامه علوم سیاسی، سال هفتم، شماره ۲، ۱۳۹۱
- نصیری، منصور، مؤلفه هایی از اخلاق اجتماعی پیامبر اکرمؐ، فصلنامه اخلاق، شماره ۸، ۱۳۸٦
- نوایی، علی اکبر، شاخصه های کارآمدی صلح در مکتب پیامبرؐ، دوفصلنامه اندیشه، سال پانزدهم شماره ۱، ۱۳۸۸
- یزدانی مقدم، احمد رضا، مبانی نظری سیره سیاسی –حکومتی پیامبر اعظمؐ با نگاه به اندیشه قرآنی علامه طباطبائی، فصلنامه علوم سیاسی، شماره ۳۵، ۱۳۸۵